eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS

ہندوستانیوں کے دو قدیم ترین فارسی سفر نامے

TWO RARE TRAVELOGEUS IN 18TH CENTURY

ڈاکٹر رفاقت علی شاہد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
Dr. Rafaqat Ali Shahid, Assistant Professor Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

ڈاکٹر محمد سعید، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور
Dr. Muhammad Saeed, Associate Professor Department of Urdu, GC University, Lahore

بازغہ قندیل، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
Bazghah Qandeel
Assistant Professor, Govt. College Women University Faisalabad

ABSTRACT

This article is an analytic study of Dr Najeeb Arif's book, entitled "janobi Aishyai Musalmanon Ka Tasawwur e Maghrib --- 19win Sadi Ke 2 Nadir Safarnamy." (concept of the west in the Muslims of South Asia --- two rare travelogues of 18th century). In this book editor Dr Najeeba Arif reproduced two rarest and unpublished Persian accounts of journey of 18th century about the travel experiences in South Asia and Europe. These two are as follows:

- Travel in Russia and China, by Muhammad Abdullah, written in approximately 1771.
  2- Modern history (travels in Europe), by Munshi Ismail of Bengal, written in 1773.
  Editor of this book Dr Najeeba Arif searched in British libraries for her post-doctoral research project and discovered these two rarest Persian travelogues from Cambridge University library and McGill University library. She reproduced original manuscripts of these travelogues in this book along with Urdu translation of both. In addition the editor wrote a comprehensive preamble about and annotated notes on these travelogues. The Urdu translation of these Persian texts are made continuously by Dr Jawad Hamadani and Professor Sarfaraz Zafar. This book is a part of Dr. Najiba Arif's research project. At the end of book, it comprises a useful index.

KEYWORDS: Dr Najeeb Arif , Persian travelogues, South Asia, Russia, China, Mohammed Abdullah, Munshi Ismail of Bengal, Simon Digby.

کلیدی الفاظ: ڈاکٹر نجیبہ عارف، فارسی ادب، فارسی سفر نامے، جنوبی ایشیا، محمد عبد اللہ، منشی اسماعیل بنگالی، سائمن ڈِگبی۔

"سفر وسیلۂ ظفر" مشہور مقولہ ہے جو سفر کے فوائد کا ادراک کرنے اور کرانے میں بڑا کار آمد ثابت ہوا ہے۔ عام دل چسپی سے ہٹ کر خالص انسانی اور اَدبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیر و سفر کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ انسانی شعور کے بتدریج ارتقا کی طرح جب انسان نے چلنا سیکھا تو اس میں نئی جگہوں کو تلاش کرنے، اَن دیکھی دُنیاؤں کی سیر کرنے، ان دُنیاؤں کے نت نئے مظاہر کا نظّارہ کرنے اور پھر ان سب کے نتیجے میں ایک عالمِ حیرت و استعجاب میں غرق ہونے اور آخر کار ان دُنیاؤں کو تسخیر کرنے کے عزم کی خواہشوں نے جنم لینا شروع کیا۔ انسان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور نئے نئے مقامات کی سیر کرنے کا شوق پروان چڑھنے لگا۔(۱)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کا تعلّق کہانی کہنے اور سننے کے فن سے بھی بہت گہرا ہے۔ اچھا سفر نامہ نگار ایسے مقامات، افراد اور متعلقات کی تفصیل میں جانا پسند کرتا ہے جن میں قاری کے لیے حیرت اور دل چسپی کا کچھ نہ کچھ سامان موجود ہو۔ ایسا ہی کچھ مقصد داستان و قصّہ گو کے پیشِ نظر بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنے قاری کو حیرت و استعجاب کی ایسی تخیّلی دُنیا میں لے جانا چاہتا ہے جہاں سے اُس کا واپس آنے کو جی نہ چاہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسے سفر کرنے کا موقع میسّر آ گیا، اُس نے اپنے نادر تجربات میں دوسروں کو شریک کرنے کے لیے سفر نامہ لکھ دیا اور جسے اس کا موقع نہ مل سکا، اُس نے اپنے تخیّل کے زور سے نئی دُنیائیں تخلیق کر کے قارئین و سامعین کے لیے دل چسپی کا سامان پیدا کر دیا۔ بادی النظر میں دونوں اپنے اپنے سامع و قاری کا ہاتھ پکڑ کر اُسے عالمِ حیرت میں لے جانے کے خواہاں نظر آتے ہیں۔

کہانی کہنے کا سودا ہو یا سفر کے حالات بیان کرنے کا شوق؛ دونوں خود کو نمایاں کرنے اور سننے والوں سے داد کے ڈونگرے برسانے کی خواہش کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ داستان و قصّہ اور سفر نامے کے ذریعے دل چسپ و حیرت انگیز حالات بیان کرنا اگر انسانی شعور کے ساتھ پروان چڑھا ہے تو ان دو اصناف کے ذریعے عام طور پر ثقافت، تہذیب اور تمدن کی عہد بہ عہد ترقّی یا ارتقا کی داستانیں بھی ہم تک پہنچی ہیں۔

انسان نے جب تحریر کی خوبی سے فائدہ اٹھانا شروع کیا تو آثار بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کہانی اور شعر لکھنے کی جانب متوجّہ ہوا۔ سفر نامہ بھی کہانی کی طرح ہوتا ہے۔ اَدبی صِنف کے طور پر اس کی شناخت تو بہت بعد کی بات ہے لیکن اس سے بہت پہلے کہانی کی مختلف

ہیئتوں (داستان، قصّہ، تمثیل، حکایت، کہانی، وغیرہ) میں سفر نامے کا عنصر ایک لازمے کی حیثیت رکھتا تھا۔ کہانی کے ارتقا، اس میں دل چسپی کے تسلسل اور کرداروں کے ذاتی اوصاف کا اظہار۔۔۔ سفر کے وسیلے سے کہانی کی تمام ہیئتوں میں کامیابی کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

ہندوستان میں سفر نامہ نگاری کا آغاز آج سے کم و بیش اڑھائی سو سال قبل ہوا۔ اُس وقت لکھنے لکھانے اور اَدب کی زبان عام طور پر فارسی تھی، اس لیے ہندوستان میں لکھے جانے والے ابتدائی سفر نامے بھی فارسی زبان میں تھے۔ فارسی میں سفر نامے ہندوستان سے باہر بھی لکھے گئے لیکن خاص طور پر برِّصغیر میں فارسی سفر ناموں کی تاریخ کا ذکر کیا جائے تو یہاں سفر نامہ نگاری کے آثار اٹھارھویں صدی عیسوی سے ملنے شروع ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں فارسی کے اِنھی ابتدائی سفر ناموں میں سے دو اوّلین، نادر و کم یاب اور غیر مطبوعہ سفر نامے ڈاکٹر نجیبہ عارف نے ڈھونڈ نکالے ہیں اور ان کا متن؛ ان کے اُردو ترجمے، توضیحی حواشی اور تفصیلی تحقیقی مقدمات سمیت کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ ''جنوب ایشیائی مسلمانوں کا تصوّرِ مغرب ۔۔۔ اٹھارھویں صدی کے دو نادر سفر نامے'' کے عنوان سے اُن کی یہ کتاب اگست ۲۰۲۱ء میں الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، اُردو بازار، لاہور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں دیارِ غیر کے درج ذیل دو قدیم ترین فارسی سفر ناموں کے متن اور متعلقہ مباحث شامل ہیں:

1) ''سفر نامۂ روس و چین،'' از محمد عبد اللہ، مکتوبہ تقریباً ۱۷۷۱ء۔

2) ''تاریخ جدید''(سفر نامۂ یورپ)، از منشی اسماعیل بنگالی، مکتوبہ ۱۷۷۳ء۔

کتاب کے شروع میں مرتّبہ کا 'ابتدائیہ' ہے جس میں انھوں نے پہلے تو سفر نامہ نگاری اور ہندوستان کے ابتدائی سفر ناموں کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مذکورہ سفر ناموں کا تعارف اور ان کی دست یابی کا احوال بھی بیان کیا ہے۔ 'ابتدائیہ' کے بعد مرتّبہ نے بالترتیب مذکورۂ اوّل و دوم سفر ناموں کے متعلّقات شاملِ کتاب کیے ہیں۔ یہ متعلّقات تین طرح کے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے زیرِ بحث سفر ناموں پر مرتّبہ یعنی ڈاکٹر نجیبہ عارف کے تحریر کردہ تفصیلی تعارف ہیں۔ ہر تعارف میں انھوں نے سفر نامہ کے متن، حالاتِ سفر، سفر نامے کے مخطوطے اور اس مخطوطے کی بازیافت و حصول اور دیگر ضروری مباحث کا احاطہ کیا ہے۔ ان متعلّقات کے بعد سفر نامے کا اُردو ترجمہ اور پھر فارسی متن کا عکس شامل کیا گیا ہے۔

کتاب میں شامل دونوں فارسی سفر ناموں کا اُردو ترجمہ فارسی و اُردو کے دو ماہرین نے کیا ہے۔ ''سفر نامۂ روس و چین'' کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر جواد ہمدانی کا کیا ہوا ہے، جب

کہ "تاریخ جدید)"سفر نامۂ یورپ) کا اُردو ترجمہ پروفیسر سرفراز ظفر نے کیا ہے۔ پہلا سفر نامہ مختصر ہے۔ اس کا فارسی متن محض اٹھّارہ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا اُردو میں ترجمہ دس صفحات میں سمٹ آیا ہے۔ دوسرے سفر نامے کا فارسی متن ۸۴ صفحات کا ہے۔ اس کا مخطوطہ چھوٹی تقطیع میں کھلا کھلا کتابت کیا گیا ہے، اس لیے اس کا اُردو ترجمہ بھی سمٹ کر ۳۴ صفحات میں مکمل ہو گیا ہے۔

اس سفر نامے کا فارسی مخطوطہ میک گِل یونیورسٹی لائبریری کے سائمن ڈ گبی (Simon Digby) کلکشن میں محفوظ ہے۔ سائمن ڈِگبی نے ۱۹۸۵ء میں اس سفر نامے کا انگریزی میں ایک ملخّص بھی تیّار کیا تھا۔ وہ بھی اس کتاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ سائمن ڈِگبی کے تحریر کردہ اُن دو انگریزی خطوط کے عکس بھی شامل کر لیے گئے ہیں جو اُنھوں نے اس سفر نامے کے متعلّق ایک شخصیّت کلاڈ رَسل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے لکھے تھے۔ کتاب کے آخری حصے میں سائمن ڈِگبی کے ذخیرے میں موجود مخطوطات ک اصل فہرست بھی درج کر دی گئی ہے۔ یہ فہرست رومن و انگریزی میں ہے۔ اُردو خواں طبقے کے وسیع تر استفادے کے پیشِ نظر اس فہرست کا اُردو میں ترجمہ بھی اس کے بعد شامل کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ کتاب کی مرتّبہ ڈاکٹر نجیبہ عارف کا کیا ہوا ہے۔ آخر میں مآخذ کی فہرست اور اشاریہ بھی ہے۔ اشاریہ: ادارہ جات، اشخاص، اماکن، کتب مجلّات و مقالات اور متفرقات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی وجہ ِ ت خلیق واضح کرتے ہوئے مرتّبہ (ڈاکٹر نجیبہ عارف) نے اپنے دیباچے میں تحریر کیا ہے:

> "اٹھارویں صدی کے ان دو نادر سفر ناموں کی اشاعت میرے اُس تحقیقی منصوبے کا ایک جز ہے جس کا مقصد جنوبی ایشیائی مسلمانوں کے تصوّرِ مغرب کی شناخت اور تفہیم ہے۔(۲) "

ہندوستان میں لکھے جانے والے فارسی کے ان دو قدیم ترین سفر ناموں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مرتّبہ نے اپنے 'ابتدائیہ' کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

> "اٹھارہ ویں صدی، یورپ بالخصوص انگلستان میں سائنسی ترقی، سیاسی حکمتِ عملی اور تجارتی کامیابی کا عہد ہے۔ اس صدی کے اہم واقعات و حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انقلاب و تغیر کی صدی تھی جس کا مرکز برطانیہ تھا۔" (۳)

یوں تو دنیا کے مختلف خطوں کے سفر کئی افراد نے کیے اور سفر کے دوران حیرت و سرمستی کی کیفیات سے بھی گذرے لیکن انھوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات میں قارئین کو شامل نہیں کیا، یعنی سفرنامے یا سفر کی یادداشتیں تحریر نہیں کیں۔ اُن کے مشاہدات و احساسات صرف اُنھی تک محدود رہے۔ جنھوں نے میں سفرنامے تحریر کیے، انھوں نے اصل میں صرف اپنے تجربات سے ہی قارئین کو روشناس نہیں کرایا، بل کہ دنیا میں انقلابات اور ترقی کی ارتقائی منازل کی دستاویز بھی تیار کر کے ہمیں تھمادی ہے۔ اس حوالے سے سفرناموں کی اہمیّت واضح کرتے ہوئے مرتّبہ ڈاکٹر نجیبہ عارف رقم طراز ہیں:

> ”سفرنامے، یادداشتیں اور روزنامچے محض ایک فرد کے حساب مہ و سال کا میزانیہ نہیں ہوتے۔ یہ ایک قوم، ایک عہد، ایک طرزِ زیست، ایک معاشرت اور ایک تہذیب کا آئینہ بھی ہوتے ہیں، زمان و مکان کے دبیز پردے کے پار جھانک لینے کا موقع کا فراہم کرتے ہیں سیر و سفر نامعلوم کی دریافت کی سرخوشی، حیرت اور مسرت کا جو بے پایاں احساس فراہم کرتے ہیں، اسے اگر کسی نہ کسی صورت دوسروں تک منتقل کر دیا جائے تو وہ صدیوں تک علم و آگہی کی روشنی بن سکتا ہے۔ سفرنامے ظاہر و باطن، اندرون و بیرون اور داخل و خارج کا ایسا امتزاج ہے جس میں تماشائی خود بھی تماشے کا روپ دھار لیتا ہے۔“(۴)

دونوں سفرناموں میں سے پہلا ”سفر نامۂ روس و چین“ چوں کہ بہت مختصر ہے۔ اس میں حالات و واقعات کی تفصیل غیر تسلّی بخش ہے اور اُسلوب بھی واضح نہیں ہو سکا۔ اس لیے اس پر کوئی رائے نہیں دی جاسکتی لیکن یہ ضرور ہے کہ اس سفرنامے کی تاریخی حیثیّت اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔

دوسرا سفرنامہ: ”تاریخ جدید“ (سفر نامۂ یورپ)، از منشی اسماعیل بنگالی اس حوالے سے زیادہ اہمیّت کا حامل ہے۔ یہ بھی اگرچہ اجمال سے لکھا گیا ہے لیکن پھر بھی پہلے سفرنامے کی نسبت قدرے تفصیلی ہے اور مصنّف نے اس میں خاصی معلومات جمع کر دی ہیں۔ قدرے تفصیلی ہونے کی وجہ سے اس کا اُسلوبِ بیان بھی ہمیں اپنی جانب متوجّہ کرتا ہے۔ اس سفرنامے کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ واقعات بہت تیزی کے ساتھ گذر رہے ہیں۔ اختصار کے باعث واقعات یوں تیزی کیے ساتھ گذرتے دکھائی دیتے ہیں جیسے پردۂ سیمیں پر کہانی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتی جاتی ہے، یا جیسے تیز رفتار سواری میں بیٹھے مسافروں کو

باہر کے مناظر تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سفر نامے کے واقعات پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اپنے سفر کی روداد رپورٹ کی شکل میں تیار کر کے کسی کو پیش کر رہا ہے اور اُسے ہدایت کی گئی ہے کہ تمام تفصیلات کم سے کم اوراق میں لکھ کر اپنے فرض سے سبک دوش ہو، یا پھر وہ خود ہی اپنے کام کو جلد سے جلد نبٹانے کا خواہاں ہے، اس لیے اُس نے اختصار سے کام لے کر اپنے سفر کے حالات تحریر کیے ہیں۔

اس سفر نامے میں مصنّف منشی اسماعیل نے دورانِ سفر مشاہدے کی آنکھیں وا کیے رکھیں۔ وہ اپنے مشاہدات قلم بند کرتے جاتے اور ایک کام یاب سفر نامہ نگار کی طرح جہاں سے گزرتے، وہاں کے اہم آثار کے خدّ و خال وضاحت کے ساتھ بیان کر کے قاری کو بھی اپنے مشاہدے، تاثّر اور خوشی میں شامل کر لیتے ہیں۔ مصنّف نے اس سفر نامے میں اگرچہ عام طور پر اپنے معمولات اور اپنی مشغولیات کا ہی ذکر کیا ہے لیکن اس بیچ میں کچھ دل چسپ باتیں بھی مذکور ہو گئی ہیں جو بہت کم ہیں۔ مثال کے طور پر مصنّف جب قلعۂ شاہ سے خیبر پہنچے تو اُنھوں نے رات وہیں بسر کی اور دوسرے روز علی الصباح نمازِ فجر کے بعد چائے کے ساتھ نان تناول کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارھویں صدی میں ایشیاے کوچک میں چائے کا استعمال عام تھا۔ اگر اسے موجودہ دور کے عام طور پر پیے جانے والے گرم مشروب چائے سے مماثل نہ بھی قرار دیا جائے تب بھی یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ آج سے کم و بیش تین سو سال قبل بارھویں صدی ہجری میں بھی اس طرز کے گرم مشروب کے لیے چائے کا لفظ ہی استعمال ہوتا تھا۔

اس کتاب کی مرتّبہ ڈاکٹر نجیبہ عارف نے کتاب میں چار طرح کی علمی خدمات بہم پہنچائی ہیں:

۱) دونوں سفر ناموں کی بازیافت اور ان کی اشاعت کے لیے تیاری انھی کی مرہون منّت ہے۔ اس کی جو تفصیل اُنھوں نے بیان کی ہے، اُسے پڑھ کر اُن کی محنت اور کاوش کی تحسین کرنی ہی پڑتی ہے۔

۲) دونوں سفر ناموں کا تفصیلی تعارف کرایا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس حوالے سے اُنھوں نے کسی پہلو سے کوئی کمی نہیں رہنے دی۔

۳) فارسی سفر ناموں کا اُردو میں ترجمہ بھی انھی کی جدّ وجہد اور تشویق کے باعث ممکن ہوا ہے اور پھر فارسی متن یا مخطوطے کی عکسی نقل شاملِ کتاب کر کے اُنھوں نے تحقیق اور تدوین کے طالبِ علموں کے لیے مفید امدادی مواد بھی مہیّا کر دیا ہے۔

۴) دونوں فارسی سفر ناموں کے اُردو تراجم پر معلوماتی، وضاحتی اور تشریحی حواشی بھی اُنھوں نے تحریر کیے ہیں۔ یہ حواشی کس قدر ضروری اور اہم ہیں، اس کا اندازہ قاری کو سفر ناموں کا متن پڑھتے ہوئے بخوبی ہو تا ہے۔ آج سے اڑھائی سو سال قبل لکھے گئے سفر ناموں کی بعض تفصیلات، مقامات، وغیرہ کی تفہیم ہونی ان حواشی کے بغیر ممکن نہیں تھی۔

منشی اسماعیل کے سفر نامے کا اسلوب اٹھارویں صدی عیسوی کے داستانوی یا افسانوی اسلوب کی یاد دلاتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ منشی اسماعیل نے جب اپنا سفر نامہ تحریر کیا(۱۷۷۳ء)، وہ برِّصغیر میں قصّہ گوئی و قصّہ نگاری اور داستان گوئی و داستان نگاری کا دور تھا۔ اُس وقت یہاں ایک طرف تو فارسی میں "داستانِ امیر حمزہ" اور "بوستانِ خیال" جیسی ضخیم داستانیں لکھی جا رہی تھیں یا لکھی جا چکی تھیں اور دوسری طرف "چار درویش"، "حاتم طائی"، وغیرہ جیسے قصّوں کے ساتھ ساتھ "پنج تنتر" اور "طوطا کہانی" جیسے حکایتی مجموعے بھی ترجمہ ہو کر سامنے آرہے تھے۔ (۵) ایسے ماحول میں منشی اسماعیل کا داستانوی اسلوب سے متاثر ہونا فطری اور یقینی ہے۔

منشی اسماعیل کے سفر نامے میں داستانوی اسلوبِ بیان کی تاثّر پذیری کے چند مظاہر کو آسانی کے ساتھ شناخت کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر مصنّف واقعات کے بیان سے قاری پر جو تاثّر قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ ہمیں قصہ کہانی اور داستان کی یاد دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ واقعات کے بیان میں ان کے بین السطور چھپی حیرانی بھی اسی داستانوی اثر سے ہے۔ اسی طرح اس دور میں اُسلوبِ بیان اور اندازِ تحریر بھی براہ راست داستان نویسی سے متاثر تھا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سفر نامہ نگار منشی اسماعیل کسی قصّہ گو کی طرح اپنے سفر میں حیرت کی دنیاؤں کے سفیر دکھائی دیتے ہیں اور داستانوی ہیرو کی طرح نِت نئی مہمات سر کر کے اپنی سرخوشی میں قارئین کو بھی شامل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سدید، ڈاکٹر انور، اُردو اَدب میں سفر نامہ، لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، سنہ ندارد، ص ص ۷۴ و بعد۔

۲۔ عارف، ڈاکٹر نجیبہ، جنوب ایشیائی مسلمانوں کا تصوّرِ مغرب ـــ اٹھارھویں صدی کے دو نادر سفر نامے، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۲۱ء، ص ۲۰۔

۳۔ ایضاً، ص۹۔

۴۔ ایضاً، ص۱۴۔

۵۔ چند، ڈاکٹر گیان، اُردو کی نثری داستانیں، لکھنؤ، اُتّر پردیش اُردو اکادمی، ۱۹۸۷ء، ص

ص۴۱، ۴۲۔